رنجشِ بے جا
از قلم: ملیحہ جبیں
Creation HayaNoor
www.novelsclubb.com

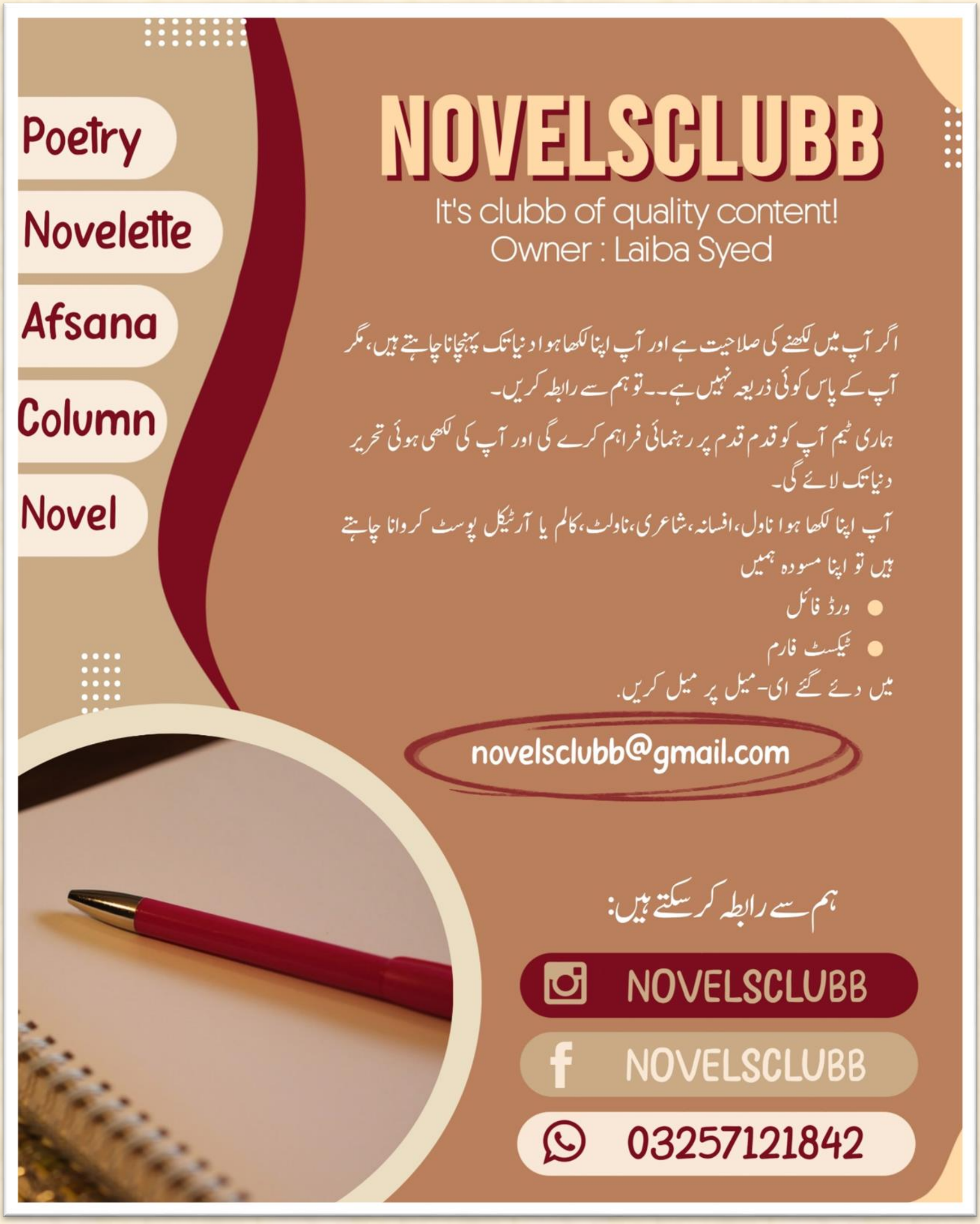

Poetry
Novelette
Afsana
Column
Novel
NOVELSCLUBB
It's clubb of quality content!
Owner : Laiba Syed
اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔
ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔
آپ اپنا لکھا ہوا ناول،افسانہ،شاعری،ناولٹ،کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں
ورڈ فائل
ٹیکسٹ فارم
میں دئے گئے ای-میل پر میل کریں.
novelsclubb@gmail.com
ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں:
NOVELSCLUBB
NOVELSCLUBB
03257121842

رنجشِ بے جا

از قلم

ملیحہ جبیں

Clubb of Quality Content

ناول "رنجشِ بے جا" کے تمام جملہ حق لکھاری "ملیحہ جبیں" کے نام محفوظ ہیں۔ کہانی کا کوئی بھی حصہ کسی بھی صورت میں کسی دوسرے پلیٹ فارم یا سوشل میڈیا پر پوسٹ کرنے سے پہلے لکھاری کی اجازت درکار ہو گی۔ "ناولز کلب" کا پی ڈی ایف بغیر اجازت پوسٹ کرنا منع ہے، بغیر اجازت کہانی/پی ڈی ایف کا استعمال کرنے والوں پر سخت کاروائی کی جا سکتی ہے۔ اس کہانی اور اس میں موجود کردار محض تصوراتی ہیں۔ کسی بھی حقیقی کہانی یا انسان سے ان کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ کسی بھی طرح کی مشابہت کو اتفاق سمجھا جائے۔

آسمان کے کناروں سے روئی کے گالے ابھرے تو سورج دبیز چادر اوڑھے پہلو تہی کرنے لگا۔ مصروف سے شہر کے پر سکون ٹکڑے پر قدم رکھتے ہی دائیں اُور کو جانے والی پگڈنڈی بل کھاتی ہوئی خلیل ہاؤس کے قدموں میں جا کر

لیٹ جاتی ہے۔ خلیل ہاؤس ایک چھوٹے سے قصبے کے سینے میں اپنی مضبوط بنیادیں گاڑے پوری تمکنت سے کھڑا ہے۔ جہاں ان کے تینوں بیٹے اپنے بیوی بچوں کے ساتھ رہتے تھے۔ دیواروں نے گھروں کو بظاہر الگ کیا تھا مگر دل سب مکینوں کے ایک دوسرے کے ساتھ جڑے تھے۔ ہیکون۔ طلوع ہوتے سورج کی سرزمین۔ جسے لوگ جاپان کہتے ہیں اس کا ایک چھوٹا سا قصبہ، ہیکون۔ ذرا سا آگے ہو کر جھانکو تو اونچے سفید صدر دروازے سے جھانکتی بنفشی رنگ کے پھولوں والی بوگین ویلیا ہر آنے جانے والے کو جھک کر خوش آمدید کہتی نظر آتی ہے۔ خوبصورت راہداری کے اطراف میں لگے خوشی سے ٹمٹماتے برقی قمقمے اجازت دیں تو نظروں کو سامنے اُٹھانے پر ہلچل سی مچی نظر آتی ہے۔ مختلف پکوانوں کی اشتہا انگیز خوشبو میں روایتی کھلے بازوؤں والی پیروں کو چھوتی فراک نما قمیص جیسے ملبوسات زیب تن

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کیے، نتھنوں سے ٹکراتی مہک کے ساتھ مخالف سمت کو گندھی دوپٹیوں والی چپل پہنے، نفیس سامیک اپ اور کھلے بال چھوڑے لڑکیاں کسی تہوار کے لیے تیار لگتی ہیں۔ میرا جوڑا نکال دو، میرا جوتا نہیں مل رہا، پہلے بچوں کو تیار کردو کی آوازوں کو نظرانداز کرتے ہوئے اگر باورچی خانہ کے ساتھ اوپر کو جاتی سفید سیڑھیوں کو قدموں تلے محسوس کرو تو اوپر ہلکی ہلکی بھنبھناہٹ سنائی دیتی ہے۔ جیسے کوئی گفتگو کر رہا ہو۔

"اب مجھے بتائیں یہ کیا حرکت کی ہے آپ کی لاڈلی نے؟ ماں کی تو سننی ہی نہیں ہے اب بہن کی شادی ہے اور یہ صبح سے غائب ہے۔ شفا بار بار مہارانی صاحبہ کا پوچھ رہی تھی لیکن خدا جانے اسے کیا ہو گیا ہے۔ اب تو کسی کے ساتھ بات بھی اچھے سے نہیں کرتی۔"

نفیس سی عورت کے نروٹھے لہجے سے مشرقی پن جھلکتا تھا۔

"کیوں اپنا خون جلاتی ہو بھلی مانس؟ جب بچے بڑے ہو رہے ہوں تو مزاج میں بدلاؤ آجاتا ہے۔"

بال بناتے حدیل صاحب نے زرقا بیگم کے غصے کو ٹھنڈا کرنا چاہا۔

”لیکن جن کے ساتھ لقمے سانجھے ہوں پھر یک دم ان سے بیگانہ ہو جانا انہیں صلیب چڑھانے کے مترادف ہوتا ہے۔“

وہ بکھیرا سمیٹتے ہوئے بدستور جلے دل کے پھپھولے پھوڑ رہی تھیں۔

”شادی والے گھر میں بیسیوں کام ہوتے ہیں لیکن نہیں، اس اولاد کو کیا لینا دینا ان کاموں سے۔“

”کون سا شادی گزر گئی جو غصہ ہو رہی ہیں بیگم صاحبہ۔ تقریب تو شام میں شروع ہونی ہے نا۔ لو آ گئی ہے۔“

حدیل صاحب نے اس کی باہر سے آتی آواز کو سن کر کہا۔

"بس آپ کی دی گئی ڈھیل کا ہی یہ نتیجہ ہے جو میں بھگت رہی ہوں۔ مجال ہے جو یہ گھر آئے مہمانوں میں دو گھڑی بیٹھ جائے۔ اب تو سب کو یوں کاٹ کھانے کو دوڑتی ہے جیسے سب اس کے دشمن ہیں۔"

وہ مہمانوں کو دینے کے لیے گجروں کی ٹوکری اٹھا کر باہر جاتے ہوئے بڑبڑائیں جب کہ حدیل صاحب ماں بیٹی کے ازلی اختلافات پر سر جھٹک کر مسکرا دیے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

****

آبادی سے ذرا دور کھلے میدان میں لوگوں کا سیلاب امڈ آیا تھا۔ جیتنے کا عزم لیے چمکتی آنکھوں اور جواں حوصلوں والے سب ہی نوجوان ہاتھوں میں رنگ برنگے جھنڈے لیے پرجوش

دکھائی دیتے تھے۔ ہوائیں مسرت کا پیام لیے اوپر کو اٹھیں اور بادلوں کو چھو کر کھلکھلاتے ہوئے زمین چومنے کو دوڑیں۔ ان ہواؤں کے ساتھ ہی مخالف گروہ بھی اپنے اپنے مداحوں کے نعروں میں دوڑنے لگے۔ کھیل کے میدان کے گرد لگائی گئی باڑ کو مُٹھی میں دبائے، حلق کے بل چیختے ہوئے تماشائی اپنے اپنے گروہ کے کھلاڑی کو جیت کی یقین دہانی کروا رہے تھے۔

انہی تماشائیوں میں البیلا حدیل بھی شامل تھی۔ گھر میں بارات کی آمد آمد تھی اور وہ ان سارے جھنجھٹوں سے بالکل فارغ ہو کر دوڑ دیکھنے آئی ہوئی تھی۔ جاپان کی سب سے بڑی دوڑ ہو اور البیلا حدیل نہ دیکھے ایسا ہو سکتا ہے بھلا؟ اور جتنی متلون مزاج وہ ان دنوں ہو رہی تھی اب تو بس گھر والوں سے فرار چاہیے تھا۔ پھر چاہے یہ فرار گلیوں میں آوارگی کی صورت نکلتا۔ یہی اس کا معمول بنتا جا رہا تھا۔ رشتے کوئی ناگوار موسم نہیں ہوتے جن کے گزر جانے کا انتظار کیا جائے بل کہ یہ تو ایسی فضا ہے جس میں چاہتے یا نہ چاہتے ہوئے بھی سانس لینا ہی پڑتا ہے اور ان میں بخوشی جینے کے لئے کچھ باتیں ڈھکی چھپی ہی رہنی چاہئیں۔ اگر شفاف نظر آنے والے چہروں سے نقاب اتر جائے تو بھیانک چہرے دل ہی نہیں روح کو بھی زخمی کر دیتے ہیں۔ پھر یہ بیمار دل اپنوں کے سنگ ہنسنا بھول جاتا ہے۔ وہ بھی اس کھو کھلی مسکراہٹ

اور بھیانک چہروں سے جان چھڑا کر دنیا کے چمکتے رنگوں میں پناہ گزین ہونے نکلی تھی۔اور یہ چمکتے رنگ بھی بھلا پناہ دیتے ہیں؟ یہ صاف ستھرے دل کو اپنی لپیٹ میں لے تو لیتے ہیں لیکن اس کا اصلی رنگ چوس لیتے ہیں۔

کیا ہوتا گر تین سال پہلے اپنوں کی اصلیت اس پر منکشف نہ ہوتی۔یا کیا ہو جاتا اگر وہ باتیں جھوٹ ثابت ہو جاتیں۔لیکن اس شخص کی باتوں پہ مہر تو اپنوں نے ہی لگادی پھر غیروں سے کیا گلہ کرنا؟

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

****

اتوار کا دن جہاں سب کے لیے سست تھا تو البیلا حدیل کے لیے اتنا ہی چست تھا۔سویرے اٹھتے ہی وہ جانتی تھی کہ آج کا دن چیتے کی دوڑ دوڑنے والا ہے۔شفا کے جامعہ میں اعزازی

تقریب تھی جس سلسلے میں کچھ خریداری کرنا تھی۔ سارا دن بہت مصروف گزرنے والا تھا۔ جلدی جلدی الٹے سیدھے ہاتھ مارتے ہوئے کام سمیٹے۔ ایک نوالہ منہ میں دوسرا ہاتھ میں پکڑے وہ باہر کو لپکی۔ رستے میں آتی کئی چیزوں سے ٹکراتی زرقا بیگم کا گال چومتی میز پر پڑا فون اٹھانے کو جھکی اوران کی ”سنو سنو باؤلی کیوں ہورہی ہو۔ کدھر کے ارادے ہیں صبح صبح؟ ایک تو یہ لڑکی بھی.....“ کو نظرانداز کرتے دروازہ پار کر گئی۔ اب اس کا رخ گھر کے ساتھ جڑے اپنے تایا کے دروازے کی طرف تھا۔

”نہیں ہم البیلا کو نہیں لے جاسکتے۔ اب اسے فون مت کر دینا ابھی بھاگی چلی آئے گی۔ اسے لئے کہاں خوار ہوتے پھریں گے۔“

دروازے پر ہی اس کی تایازاد، شفا کی چھوٹی بہن دعا کی آواز نے اس کے قدموں کو جکڑ لیا۔

”پھر وہ ناراض ہوگی کہ بازار جاتے ہوئے بتایا نہیں۔ تمہیں پتہ بھی ہے وہ ہمارے ساتھ ہی جاتی ہے ورنہ اسے ہوش ہی کہاں ہوتا ہے کچھ خریدنے کا۔“

یہ شفا تھی جس کی نرم سی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

”اسے بتائے گا کون؟ آج اتوار ہے بارہ بجے سے پہلے اس کی آنکھ نہیں کھلتی۔تب تک ہم نے ویسے بھی واپس آجانا ہے۔“

وہ مزید بھی کچھ بول رہی تھی لیکن اس کی سماعتوں نے سننے اور ٹانگوں نے کھڑے رہنے سے انکار کر دیا تو وہ الٹے پاؤں واپس بھاگی۔ہر قدم من من بھاری ہو رہا تھا۔حواس جھنجھنا رہے تھے اور وجود بھر بھری مٹی کی طرح بکھر رہا تھا۔بھاری قدموں کو اٹھاتی وہ اپنے ہی وجود کے وزن تلے دفن ہو رہی تھی۔وہ انجان تھی کہ اتنی جلدی یہ باتیں واضح ہو جائیں گی۔اسے لگا تھا کہ وہ غلط کہہ رہا تھا ایسا تو کچھ بھی نہیں لیکن البیلا کی آنکھیں بھی تو اسی محسن نے کھولی تھیں۔یہ تو وقت ہی جانتا ہے کہ کون محسن تھا اور کون گھاگ شکاری۔وقت بہت بڑا چال باز ہے جہاں چاہتا ہے اپنی مرضی کی چال چل کر بازی پلٹ دیتا ہے پھر محسن بھی دشمن لگنے لگتے ہیں۔

★★★★★★★★★★★★★★★

"اگر البیلا ساتھ ہوتی تو چاٹ کھائے بغیر واپسی ممکن نہیں تھی۔اس کے لیے لے لوں کیا خیال ہے؟"

دونوں ہاتھوں میں سامان سے بھرے تھیلے پکڑے گاڑی کی طرف جاتے ہوئے شفا نے پلٹ کر دعا سے پوچھا۔

"ہاں ضرور! اسے اچھا لگے گا۔پڑھ پڑھ کر دماغ خشک ہو گیا ہے پگلی کا۔امتحانات میں تو اتنی جنونی ہو جاتی ہے۔آج بھی اگر بتا دیتے تو اس نے آرام کو خیر باد کہہ کر ہمارے ساتھ نکل پڑنا تھا۔"

دعا نے خفیف سی مسکان لئے کہا۔لہجے سے صاف محبت جھلکتی تھی۔جب کہ شفا کا تو دکھ ہی کم نہیں ہو رہا تھا کہ اسے ساتھ کیوں نہیں لائی۔پہلے ہی وہ ان کے بغیر باہر نہیں نکلتی۔اب تو آنے جانے کا اچھا بھلا بہانہ بنا تھا وہ بھی گنوا دیا۔پھر یہ سوچ کر مطمئن ہو جاتی کہ اتوار کا دن ہی تو اسے آرام کرنے کے لیے ملتا ہے اچھا کیا جو آرام میں خلل نہیں ڈالا۔

لیکن کون جانے خلل کیا ہوتا ہے۔وہ جس کے لیے دن ہرنی کی طرح قلانچے بھرتا گزرنے والا تھا اب رینگ رہا تھا۔نہ جانے اذیت کے لمحات لمبے کیوں ہوتے ہیں۔شاید وقت پگھلنا بھول کر ہمارے غم میں شریک ہو جاتا ہے اور ان مصائب کا سرد پن اسے وہیں جما دیتا ہے اسی لیے وہ گزرتا نہیں۔

****

”اوہ، بازی ہی پلٹ گئی۔پوری امید تھی کہ ہم ہی جیتیں گے۔آخر تک ہم ہی جیت رہے تھے آخری لمحے میں کایا ہی پلٹ گئی۔دل ہی برا ہو گیا۔“

جہاں جیتنے والوں نے ہو ہاکار مچائی تھی وہیں ہارنے والے کندھے ڈھیلے چھوڑے منہ لٹکائے ہارنے کی توجیہ دے رہے تھے۔

"البیلا کو لگتا ہے کچھ زیادہ ہی ہار کا دھچکہ لگا ہے دیکھو کیسے صمٌ بکمٌ ہو گئی ہے۔"

البیلا پر نظر پڑتے ہی اس کی کسی دوست نے جملہ کسا اور باقی سب نے چھت پھاڑ قہقہہ لگایا۔ آواز سن کر ایک دم اس کے حواس چوکنا ہوئے اور خود کو ہجوم میں پا کر نا سمجھی سے ارد گرد دیکھا۔ مختلف رنگ برنگے جھنڈوں کو اچھالتے اور نعرے لگاتے نوجوان فتح کا جشن منا رہے تھے۔ لیکن یہ جھنڈے.....

یہ ان کے تو نہیں تھے تو مطلب وہ ہار گئے تھے۔ تو کیا وہ اب ہاری تھی؟ یہ ہار تو بہت معمولی تھی وہ تو تین سال پہلے ہی اپنوں کو ہار چکی تھی۔

****

سفید شیر وملکو (جاپانی دلہن کا روایتی لباس جسے سینے سے تھوڑا نیچے کمر بند سے باندھا ہوتا ہے) پہنے وہ خوبصورت سی دلہن سب کی توجہ کا مرکز بنی ہوئی تھی۔ارد گرد نشستوں پہ بیٹھے لوگ چہروں پہ تبسم لئے اس جوڑے کو دیکھ رہے تھے۔چھوٹی چچی دعا سمیت اپنی بیٹیوں کو شرم دلانے کی ناکام کوشش کر رہی تھی جو تیار شیار ہو کر اپنی ہی بہن کی شادی پہ مہمان بنی بیٹھی تھیں۔زرقا بیگم تائی اماں کے ساتھ مل کر مہمانوں کو خوش آمدید کہتیں ساتھ ساتھ البیلا کے آج بھی کالج چلے جانے پر نالاں نظر آتیں وقفے وقفے سے اس کی شان میں قصیدے پڑھ رہی تھیں۔

”بہن کی شادی سے زیادہ اس کے سر پر دوڑ دیکھنے کا بھوت سوار تھا۔“

”عجیب خبطی ہے اُدھر تماشائی بن کر ایسے بیٹھی ہے جیسے شادی میں اس کی شرکت غیر اہم ہے۔“

تائی اماں نے کسی ملنے والی سے بات کرتے ہوئے آواز دی تو زرقا بیگم بڑبڑاتے ہوئے ادھر کو چل پڑیں۔جب اولاد کو حیا نہ آئے تو والدین کیا کریں رسمِ دنیا بھی تو نبھانی ہی پڑتی ہے۔

Clubb of Quality Content

کسی احساس کے تحت شفا نے داخلی دروازے کی جانب گردن موڑی۔دلہن پر جمی سب کی نگاہیں بھی اس کی نگاہوں کے تعاقب میں اٹھیں۔سیاہ کیمونو پہنے دولہا نا محسوس انداز میں دلہن کے ساتھ ہی کھڑا ہوا جب کہ شفا بھاگتی ہوئی دروازے کے بیچ و بیچ ساکت کھڑی البیلا کے گلے جا لگی۔اسے ارد گرد بیٹھے مہمانوں، پہلو میں براجمان اور اسے کھڑا ہوتے دیکھ کر کھڑے ہوتے دولہے کی پروا نہیں تھی۔بات بے بات آنسو چھلک رہے تھے اور اس موقع پر البیلا بھی پاس نہیں تھی۔اب اسے دیکھ کر وہ اپنا ضبط کھو بیٹھی تھی۔بہنوں کا تعلق ہی ایسا ہوتا ہے۔بے لوث، بلا غرض اور محبتوں سے گندھا۔

اس کی شادی جیسے اہم موقع پر البیلا، دوست جیسی بہن جیسے کھو سی گئی تھی۔مہمانوں میں گھرے ہونے کی وجہ سے اس سے دو گھڑی بات کرنے کو وقت ہی نہیں مل رہا تھا۔دعا کے ہاتھ پیغام بھی بھیجا لیکن وہ بھی شاید کاموں میں الجھی ہوئی تھی نہ آ سکی۔شادی والے گھر کے کام کون سا ختم ہونے میں آتے ہیں۔اور اب اسے اپنے سامنے پا کر شفا خود کو روک نہ پائی۔

اب اسے سمجھ آ رہی تھی شادی کے بعد بہنیں کیسی پرائی ہو جاتی ہیں جن سے ملنے کے لیے بھی اجازت درکار ہو گی۔

لیکن البیلا ابھی تک پہلوؤں میں بازو لٹکائے ساکت و جامد کھڑی تھی بغیر کسی جذبے کے۔

جب لوگوں کے بناوٹی چہروں کے پیچھے چھپی اصلیت واضح ہو جائے تو ایسے جذباتی مواقع پر بھی پہلو میں دھڑکتے لوتھڑے کا گلا اپنے ہاتھوں گھوٹنا پڑتا ہے۔البیلا کے ساتھ بھی یہی ہوا تھا۔اسے اس محبت بھرے انداز سے گھٹن ہو رہی تھی۔سب کی مصنوعی گرم جوشی کو سرد مہری سے نظرانداز کرتے ہوئے وہ اندر کو بھاگی۔

****

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

سب کی نظروں سے بچتے اس نے اپنے کمرے میں پناہ ڈھونڈی تھی.....

جیسے زرق برق ملبوسات میں دلہن دولہے کے گرد بیٹھے سب تماشائی اسے ترحم سے دیکھ رہے تھے۔بستر پر اوندھے منہ گرے،سوجی آنکھوں کے ساتھ دروازہ کھلنے کی آواز پہ اس کی رُندھی سی آواز نکلی۔

"مجھے کسی سے کوئی بات کرنی ہے نہ ہی ملنا ہے اس لیے مجھے مجبور نہ کیا جائے۔"

وہ بہتے آنسوؤں کے نشان چھپانے کے لیے چہرے کو تکیوں کی آڑ میں چھپاتی ہوئی بولی۔

دو پاؤں چلتے ہوئے بستر کے قریب آ کر رکے۔

"وہ جو تم پہ اپنی جان چھڑکتی ہے۔ وقتِ رخصت الوداع بھی نہیں کہنا اپنی اس بہترین دوست کو؟"

حیرت لیے استفسار کیا اور پھر گویا اسے یاد دلایا گیا۔ اس بات پر یک لخت دل سکڑ کر پھیلا تھا۔

"سب جان گئی ہوں یہ ڈھکوسلے دنیا دکھاوے کو ہی ہیں۔ میری اگر زندگی تباہ ہوئی ہے تو اس میں سب سے بڑا ہاتھ میری اس نام نہاد دوست کا ہی ہے۔ تین سالوں سے بے رنگ زندگی میں نے گزاری ہے کوئی بھی میرے ساتھ کھڑا نہیں تھا۔"

ضبط کے مارے سرخ ہوتا چہرہ عجیب ان کہی داستان سنا رہا تھا اذیت، بے بسی اور احمق بنائے جانے کی داستاں۔

”جانتی ہوں کوئی مجھے پیار نہیں کرتا۔یہ فریب کوئی مجھے دکھائے نہ بتائے کہ میں خوبصورت ہوں آئینہ سب سچ بولتا ہے۔“

بائیں ہاتھ کی سانولی مخروطی انگلیوں سے چہرے کو کھرچتے ہوئے وہ چیخی گویا اس جلد کو ادھیڑ دینا چاہتی ہو۔

جب کہ اس کے جواب میں بالکل ہی مختلف جواب آیا۔

”تم جاپانی ہو؟“

حیرت لیے وہ سیدھی ہوئی۔

”کیا مطلب؟“

جاپانی کہاوت ہے:

”جو چہرہ اب آپ کے پاس ہے وہی چہرہ تھا جسے آپ ماضی میں پسند کرتے تھے۔“

اس کے بالوں میں دھیرے سے انگلیاں چلاتے ہوئے زرقا بیگم گویا ہوئیں۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"تمہیں اللہ نے وہی چہرہ عطا کیا جسے تم نے پسند کیا تو اب کیا وجہ ہے جو نفرت کرنے لگی ہو؟"

مائیں بے خبر نہیں ہوتیں اور اسے اس منجدار سے ماں ہی نکال سکتی تھی۔اب مزید وہ نظر انداز کرنے کی متحمل نہیں ہو سکتی تھیں۔

"کس کے الفاظ نے تمہاری آنکھوں کی بینائی چھین لی ہے جو تمہیں اپنے ہی منافق لگنے لگے، ان کی محبت تمہیں ڈھونگ لگنے لگی؟"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

الفاظ؟ ہاں یہ الفاظ ہی تو تھے جنہوں نے اسے پاتال میں گرایا تھا۔3 مئی کا وہ دن آج بھی پوری جزئیات کے ساتھ اس کے ذہن پر نقش تھا۔سرِ شام ہی وہ سنتو (جاپانی عوامی غسل خانہ جہاں تازہ دم ہونے کی غرض سے شام ہی سے لوگوں کی آمدورفت شروع ہو جاتی ہے) سے نکلی تو خود پر نظروں کا ارتکاز محسوس کر کے گردن کو دائیں بائیں گھمایا۔کچھ بھی غیر معمولی نظر نہ آیا تو سر جھٹک کر اپنی گاڑی کی طرف چل دی۔

"السلام علیکم! کیسی ہو البیلا؟"

جونہی وہ گاڑی میں بیٹھنے کو جھکی اپنے پیچھے سے آتی انجان آواز سن کر چہرے پر حیرت لیے سیدھی ہوئی۔

"کون؟"

اس اجنبی کے اتنے بے تکلف انداز اور اپنے نام لینے پر اس کے ماتھے پر بل پڑے۔

"میرا نہیں خیال میں آپ کو جانتی ہوں، ہم پہلے کبھی ملے ہیں؟"

دونوں ابرو جوڑے اس نے پہلے اس موصوف سے تعارف پوچھا پھر اپنی طرف انگلی گھما کر تصدیق چاہی۔ سلام کو دانستہ نظر انداز کیا گیا۔

"ملیں گی تو ہی جانیں گی نا۔ کیوں نا ایک کپ چائے ہو جائے؟"

"مسٹر اپنا رستہ ماپیں، میں کسی ایرے غیرے نتھو خیرے کے ساتھ چائے نہیں پیتی۔"

بے زاری لئے تلخ لہجے میں سڑک کی طرف اشارہ کر کے اسے گویا راستہ دکھایا اور خود پھر سے گاڑی میں بیٹھنے کو جھکی۔ باتوں سے واضح پتہ چلتا تھا آخر اس کا سارا ننھیال پاکستانی ہے۔

”ارے ارے رکیں تو سہی...“

”میں باصر یوسف ہوں پاکستان سے، زرقا یوسف کا بھتیجا۔“

”ماما کے بھتیجے؟ پاکستان سے؟“

دو لمحے لگے تھے اسے بات سمجھنے میں۔

”اوہ اچھا باصر آپ! آیئے نا گھر چلتے ہیں۔“

سلام کا جواب نہ دینے پر شرمندگی سی محسوس ہوئی۔ اس کا زیادہ رجحان اور محبت ددھیال والوں سے تھی۔ پاکستان تو جب سے ہوش سنبھالا تھا ایک دوبار ہی گئی تھی۔ زرقا بیگم کے پاکستان جانے کے لیے بہت اصرار پر بھی وہ ضد کر کے اپنے دادا ابو کے ساتھ ہی رہتی۔ کیا ہوا جو بڑے ہونے کے بعد باضابطہ ملاقات نہیں ہوئی تھی لیکن اپنے ننھیال والوں کا ذکر تو اس نے زرقا بیگم سے سن ہی رکھا تھا اور غائبانہ سب کو جانتی ہی تھی۔

”بھئی میں نے تو سوچا تھا ایک کپ چائے ہو جائے پھر گھر چلتے ہیں لیکن تم نے تو پہچاننے سے ہی انکار کر دیا۔“

اترتی شام میں وہ سفید لباس میں ملبوس دائیں ہاتھ میں سیاہ چشمہ پکڑے پاکستانی وجاہت لئے کھڑا تھا۔

”ارے نہیں نہیں ایسی بات نہیں ہے دراصل پہلے کبھی ملاقات نہیں ہوئی نا اس لیے....“

ہچکچاتے ہوئے وضاحت پیش کی۔

”چلیں پھر چائے ہو جائے۔“

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

خجل ہوتے ہوئے اس نے چہرے پر مسکراہٹ چپکائے شرمندگی کم کرنے کو چائے کی پیشکش کی جب کہ اکیلے میں شام کے وقت کسی کے ساتھ چائے پینا کم از کم اس کے اصولوں کے خلاف ہی تھا۔ یہ جانے بِنا کہ یہ چائے کا ایک کپ اس کے اگلے تین سال نگل جائے گا اس نے بہت آہستگی سے اپنا اصول توڑا۔ اگر جان جاتی کہ یہ اصول ٹوٹتے ہی اس کا دل بھی ٹوٹ جائے گا اور اپنے ہی دشمن لگنے لگیں گے تو وہ کبھی یہ قدم نہ اٹھاتی۔

"یہاں سے آدھ میل دور ہی چائے خانہ ہے وہاں چلتے ہیں۔"

ہیکون یوریو عوامی غسل خانے سے چائے خانہ کا فاصلہ بتاتے ہوئے وہ گاڑی میں بیٹھی۔ بائیں طرف کھڑی سفید گاڑی میں بیٹھتے ہوئے باصر نے بھی انجن چلایا۔

سبز ٹہنیوں سے ڈھکے چائے خانہ کی راہداری میں فخر سے جم کر کھڑے تختے پر جاپانی زبان میں لکھے (Amazake Chaya tea house) امازاکے چایا چائے خانہ نے ان کا استقبال کیا۔ شرمندگی تھی کہ کم ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی۔ بیرے کو جاپان کی روایتی مشہور چائے کا کہتے ہوئے اس نے ارد گرد بیٹھے لوگوں پر نگاہ دوڑائی۔

پھر سینکڑوں مرتبہ کے دیکھے ہر طرف لکڑی سے بنے شاہکار چائے خانہ کو پھر سے ایسے دیکھا جیسے پہلی یا آخری دفعہ دیکھنے کا موقع ملا ہو۔

"کیسی عجیب حرکت کی ہے میں نے۔ اب ماما کا بھتیجا پتہ نہیں کیا سوچتا ہوگا، ان کی اکلوتی پھوپھو کی بیٹی کیسی سرپھری ہے۔ اگر ماما کو بتا دی میری حرکت تو؟؟ ہمیشہ کی ناراض عورت کو پھر سے موقع مل جائے گا باتیں سنانے کا کہ باپ نے بگاڑ رکھا ہے۔"

نولز کلب
Clubb of Quality Content

نظروں کے ساتھ ساتھ ذہن بھی الجھ رہا تھا۔ شیشے کی بنی کھڑکی پر لگی لکڑی کے جال سے جھانکتی روشنی کو اشتیاق سے دیکھا۔ سنہرے اور بھورے رنگ کے امتزاج سے بنی چھت سے پھسلتی نظریں اب باصر کے چہرے پہ جا ٹکیں جو انہماک سے اس کا نظریں چرانا دیکھ رہا تھا۔

"آہم آہم.... آپ کب آئے جاپان؟ ماما نے بتایا ہی نہیں کہ پاکستان سے کوئی آ رہا ہے۔"

گلا کھنکار کر ذہن میں الفاظ جمع کیے۔ کان کی لو کو دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے کھجاتے اس نے صاف جھوٹ بولا۔

"میں دو تین دن پہلے آیا تھا۔ پھوپھو سے ملنے بھی گیا تھا تم گھر نہیں تھی شاید اسی لیے تمہیں نہیں پتہ...."

سر کو ہلکے سے جنبش دیتے جواب دیا۔

"اور میرا خیال ہے پھوپھو نے بھی ذکر نہیں کیا۔"

لب مسکراہٹ میں ڈھلے اور ہلکا سا طنز کیا۔

Clubb of Quality Content

اسے شرمندہ کرنے کا موقع کوئی ہاتھ سے کیوں نہیں جانے دیتا تھا؟

"اوہ اچھا، ہاں! بتایا تھا میرے ہی ذہن سے نکل گیا۔"

اب وہ کن پٹی کو مسل رہی تھی۔ بات کرنے کا جواز ہی ہاتھ آ کے نہیں دے رہا تھا۔ بیرے نے لوازمات لا کر سجائے تو اس کی مشکل حل ہوئی۔ جلدی سے مٹھائی کی رکابی اٹھا کر ماما کے بھتیجے کے سامنے رکھی اور چائے کی پیالی اپنی طرف کھسکائی۔

"بہت مصروف ہوتی ہو آج کل؟ اس دن بھی جب میں نے گھر چکر لگایا تم شاید اپنے چچا کے بچوں کے ساتھ کہیں سیر و تفریح کے لیے نکلی ہوئی تھی۔"

تاک کر وار کیا گیا۔

"جی وہ کافی دنوں سے منصوبہ بنا رکھا تھا تو سوچا ذرا ہوا خوری ہو جائے۔"

اس کی پہلی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے البیلا نے دوسری کا جواب دیا جب کہ ذہن تو اسی لہجے میں اٹک گیا تھا۔ کیا مطلب تھا بھلا اس طنز کا؟

"دیکھو تمہارے ماموں کا بیٹا ہوں کچھ غلط تو نہیں سوچوں گا نا اور نہ ہی کوئی غلط مشورہ دوں گا۔"

البیلا کی نظروں میں ابھرتی حیرت کو پڑھتے ہوئے چائے کی چُسکی لی۔

"بڑا بھائی ہونے کے ناطے یہی سمجھاؤں گا کہ اپنے تایازاد اور چچازاد سے دور رہو۔ یہ صرف جائیداد کے چکر میں ہیں کیوں کہ پھوپھو کا بیٹا نہ ہونے کی وجہ سے ساری جائیداد اب تمہاری ہی تو ہے۔ اور تم کون سا کوئی حسن کی دیوی ہو جو شفا تمہارے آگے پیچھے پھرتی نہیں تھکتی۔ بس سب تمہیں جھانسا دے رہے ہیں۔"

اس کی تایازاد کی محبت کو بغض کے ترازو میں تولا گیا۔ اس وقت منہ میں گھلتی برفی اسے کریلے کی طرح کڑوی لگی۔ چائے کا گھونٹ نس نس میں زہر کی طرح پھیلتا محسوس ہوا۔ ہر چائے کا کپ رنجشیں جذب ہی تو نہیں کرتا نا کبھی کبھار یہی چائے کا کپ بے جا رنجش اور بے نام دشمنی کی بنیاد رکھ دیتا ہے۔

نولز کلب
Clubb of Quality Content

”میں تمہارا رویہ دیکھ رہی ہوں اپنے بہن بھائیوں کے ساتھ بدلا بدلا سا ہے۔ وجہ تو صرف تم ہی جانتی ہو۔“

چائے خانہ کا منظر دھندلایا، زرقا بیگم کی آواز نے اسے حال میں لا پٹخا جو اسے چچا اور تایا زاد بہن بھائیوں کے ساتھ اس کی بے رخی جتلا رہی تھیں۔

”لیکن اتنا کہوں گی کسی کے الفاظ کو یہ حق مت دو کہ وہ تمہاری بینائی چھین لیں یا تمہاری آنکھوں کی عینک بن جائیں۔ پھر ہر رشتے کو تم اسی عینک سے دیکھنے لگو۔“

سانس کو قید کر کے چھوڑا گیا۔

”ہر انسان خوبصورت ہے کیوں کہ اسے پیدا کرنے والا جمیل ہے اور جو اس جمال کو نہ پہچان سکے تو یہ اس کا قصورِ نظر ہے نا۔“

مائیں بے خبر کب ہوتی ہیں۔ ظاہر چاہے نہ کریں لیکن اولاد کے ذہن میں پنپتی سوچوں اور اس کے ڈگمگاتے افعال پہ ان کی نظر ہوتی ہے۔

بات اس کی سمجھ میں آنے لگی تھی۔ ہاں وہ الفاظ ہی تو تھے جو اس کی آنکھوں کی عینک بنے ہوئے تھے اور وہ اسی عینک کو لگائے اپنوں سے بدگمان ہو رہی تھی۔

نفرت کا ایک آوارہ ذرہ اڑتا ہوا اسکی آنکھ میں گیا تو ساری محبتوں کے مناظر اور سوچ کے شفاف عکس دھندلا گئے تھے۔ کسی کی لگائی گئی ایک نفرت کی تیلی سے بھڑکنے والی آگ اس کی ساری محبتوں کو جلا کر بھسم کر چکی تھی۔ لیکن نفرت تو فانی ہے بقاء تو محبت کی ہی ہے۔ اسی نفرت کی آگ میں چھپی محبت کی چنگاری اب بھی باقی تھی۔ اسی کو سلگانا تھا۔ بہت دیکھ لیا تھا لوگوں کی آنکھوں سے خود کو لیکن اب نہیں۔

لیکن اب مزید نہیں...

لوگوں کے دکھائے آئینے....

پلندۂ جھوٹ ہیں...

شفاف عکس تو پھر آئینے کا ہی ہے...

ہاں دل کے آئینے کا....

محض اپنے دل کے آئینے کا....

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

دیکھنا ہے مجھے اب....

وہی آئینہ جو جانتا ہے مجھے....

میری خوبصورتی کو....

اندر کی نفاست کو.....

شفافیتِ قلب اور میری....

طہارتِ روح کو....

ہاں میری طہارتِ روح کو....

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

****

مزید بہترین ناول/افسانے/آرٹیکل/ مختصر کہانیاں اور معیاری

شاعری پڑھنے کے لئے نیچے دیئے گئے لنک پر کلک کریں۔

شکریہ!

www.novelsclubb.com

Clubb of Quality Content!

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔ تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک، انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842